سمجھا جاتا تھا۔ یوری پیڈیز، اسٹوفز اور سوفو کلیز جیسے عظیم ڈراما نگار یونان سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ ڈراما نگاری کسی بھی ادب کی بڑی ہی مقبول اور قدیم صنف مانی جاتی ہے اور چوں کہ اس کا تعلق اسٹیج سے ہے تو اسے فکشن اور نان فکشن سے بھی علیحدہ رکھا گیا ہے۔ اس میں مکالموں سے کام لیا جاتا ہے اور اس کی کامیابی کا دارومدار اسٹیج پر اپنا ہنر دکھانے والے کرداروں کے اوپر ہوتا ہے۔ مغرب کے بیشتر ممالک میں ڈرامے کو اہم مانا جاتا ہے۔ ڈرامے کے حوالے سے یونان قدیم اور فرانس، بڑے اور عظیم مراکز تسلیم کیے گئے ہیں۔ حالاں کہ مغرب کے دیگر ممالک مثلاً برطانیہ، اٹلی اور امریکہ میں بھی ڈرامے نے ترقیاں حاصل کیں لیکن جو شہرت یونانی اور فرانسیسی ڈرامے کے حصے آئی وہ کسی کو نہ مل سکی۔

3.3 مغرب میں ڈرامے کی روایت

3.3.1 یونانی ڈراما

ڈراما یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں کر کے دکھانا۔ حقیقتاً ڈرامے میں اسٹیج پر کرداروں کے ذریعے سے کوئی عمل کر کے دکھایا جاتا ہے اور اس طرح ڈرامے کے ذریعے سے خیال کی ترسیل ہو جاتی ہے۔ ڈراما ایسا عمل ہے جس میں کردار انسانی زندگی کی نقل کرتے ہیں لیکن اپنی بھرپور کوشش کے ساتھ، جس میں وہ ہو بہو یا کبھی کبھی اصل سے کم درجے کی نقل کرتے ہیں۔ کرداروں کا یہ عمل ہی ڈراما ہے۔ ڈرامے کا تعلق قدیم یونانی تہذیب سے ہے اور اس کے معنی تمثیل دینا، ناٹک کرنا یا سوانگ بھرنا کے ہیں۔ ان تمام معنی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کچھ کر کے دکھانے کا عمل ہی ڈراما کی تعریف ہے۔ مغرب و مشرق کے سروکار جدا جدا ہونے کے باوجود ڈرامے کی تعریف دونوں کے نزدیک کم و بیش یکساں ہے۔ ارسطو کے مطابق ڈرامے کے چھ اجزائے ترکیبی ہیں:

پلاٹ، کردار، مکالمہ، زبان، موسیقی اور آرائش

وقت کے ساتھ ساتھ اور ضرورت کے تحت ترمیم کے بعد یہ جزا کچھ یوں بھی ہو سکتے ہیں:

پلاٹ، تھیم، آغاز، کردار، مکالمہ، تسلسل، تصادم، نقطۂ عروج

ان تمام اجزا پر بحث کرنا یہاں مقصود نہیں کیوں کہ اس اکائی میں مغربی ڈرامے کی روایت پر گفتگو کی جانی ہے۔ مغرب کے تمام ممالک یعنی یورپین ممالک مثلاً: ناروے، جرمنی، سویڈن، روس، اٹلی، فرانس اور اسپین کے علاوہ برطانیہ، آئرلینڈ اور امریکہ جیسے ممالک میں ڈرامے کو ترقیاں حاصل ہوتی رہی ہیں اور بڑے پیمانے پر ڈرامے کھیلے جاتے رہے ہیں۔ ان تمام ملکوں میں نت نئے تجربات سے ڈرامے کے دامن کو وسیع کیا جاتا رہا ہے اسی سبب ان تمام ممالک کے ڈراموں کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔ مغربی ڈراموں کا اپنے دور میں عوام پر بہت اثر رہا ہے۔ لوگ ان ڈراموں کی مدد سے زندگی کے بہت سے نشیب و فراز کو محسوس کیا کرتے تھے اور سبق

بھی حاصل کرتے تھے۔اس دور کے ڈراموں نے وسیع تر امکانات، انسانی جستجو، تلاش، اس کی ارزلی اور ابتری جیسے موضوعات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔

جدید مغربی ڈرامے کے اولین بنیاد گزار یا با قاعدہ ڈراما نگار ہنرک ابسن ، اوگسٹ سڑنڈ برگ، برنارڈ شا اور انتون چیخوف ہیں۔ان تمام کو مغربی ڈرامے کے ستون کہا جاتا ہے جنہوں نے اپنی کوششوں سے ڈرامے کو وسعت دی اور اس میں تجربے کیے۔ ان چاروں قد آور شخصیات کے ڈراموں پر کیے گئے تجربات ، خیالات اور ان کی بصیرتیں بعد میں آنے والے ڈراما نگاروں کے لیے روشن مثالیں ثابت ہوئیں۔ بہر حال آئیے اب مغربی ڈراما نگاری کے سب سے اہم دبستانوں پر تفصیلی اظہار خیال کیا جائے۔

یونانی ڈراما دنیا کی بہت سی تہذیبوں سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ایک اندازے کے مطابق اس کا وجود تین ہزار سال ق م سے بھی پہلے کا ہے۔اس کے وجود میں بھی کئی تہذیبوں کی آمیزش رہی ہے اور اس کام میں آریہ قوم نے بھی حصہ لیا تھا۔اس طرح مختلف تہذیبوں اور تمدن کے ملاپ سے طویل ارتقائی عمل کے بعد پانچویں یا چھٹی صدی ق م میں جا کر یونان جو کہ ایک جذیرہ نما ملک تھا، کو عوام کے ذریعے ایک مرکز تسلیم کیا گیا۔ یونانیوں کی انتھک محنتوں، ان کے جوش، ولولوں اور ان کی پالیسیوں کے طویل مدت میں جو نتائج بر آمد ہونے چاہیے تھے وہ آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ یونان دنیا میں ایک ایسا ملک اور تہذیب بن کرا بھرا جسے مثالی ملک کہا جا سکتا ہے۔ وہاں آرٹ ، کلچر، تہذیب، سیاست، معاشیات ، فلسفہ اور سائنس کے علاوہ بھی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقیاں حاصل کی گئیں اور طرز زندگی کا درجہ بہت بلند ہو گیا اسی لیے یونانی تہذیب دنیا کی روشن اور کامیاب تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔ وہاں کی ایجادیں اور کارناموں کی فہرست طویل ہے اور اس کا ذکر یہاں کرنا مناسب بھی نہیں لگتا البتہ ان کے آرٹ اور کلچر پر گفتگو کرتے ہوئے ہم یونانی ڈراما نگاری کو سمجھنے کی بھر پور کوشش کریں گے تا کہ یونانی ڈرامے کے سروکار سے واقفیت ہو سکے۔

یورپ کی دیگر تہذیبوں کا بھی فنون لطیفہ کو آگے بڑھانے اور ترقی کے منازل طے کرنے میں اہم کردار رہا ہے۔ یہاں تک کہ عیسائیت کو فروغ دینے میں بھی یونان کا بہت ہاتھ رہا ہے لیکن بعد میں یونانی تہذیب نے عیسائیت کو بھی بے حد متاثر کیا۔ یورپی تہذیب اور کلچر پر قدیم یونان کے اثرات ہیں اس کے متعلق مشہور انگریز شاعر شیلے کا یہ قول بھی بڑا مشہور ہے کہ ہم سب یونانی ہیں کیوں کہ ہمارے قوانین، ہمارے ادب اور ہمارے فلسفے کی جڑیں یونان میں ہیں۔

یہاں قدیم یونان کی ادبی صنف ''ڈرامے'' کا ہی ذکر مقصود ہے حالاں کہ دنیا کے تمام دانشور اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ قدیم یونان سے سائنس، قانون اور فلسفہ جیسے مضامین دنیا کی بہت سی تہذیبوں نے سیکھے ہیں۔ آج کل جس طرح کا ڈراما رائج ہے وہ یونانیوں کی ایجاد ہے جہاں ڈرامے کا آغاز غالباً مذہبی رسومات اور

تقریبات کے سلسلے میں ہوا لیکن بعد میں عوام اور ڈراما نگاروں کی دلچسپی اور پسندیدگی نے اسے بام عروج تک پہنچایا۔

دنیا کی شاید کوئی بھی تہذیب ہو اس نے جب بھی شعور کی آنکھیں بیدار کیں تو سب سے پہلے نظموں ہی کے ذریعے اپنے خیال کا اظہار کیا، ڈرامے کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اس دور کے ڈرامے شاعرانہ انداز اور ہیئت میں لکھے جاتے تھے چوں کہ قدیم یونان میں بھی ڈرامے اسٹیج پر کھیلے جاتے تھے اس لیے اس حوالے سے ان کے متعلقہ تمام حصوں مثلاً رس، رقص، مکالموں، گیت اور اداکاری پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ ڈراموں کے کھیلے جانے کے لیے باقاعدہ تھیٹرز بنائے گئے تھے جن میں کچھ تو آج بھی استعمال میں آتے ہیں۔ اتھینز میں بہترین ڈراما نگاروں کو انعامات دیے جانے کا رواج قدیم زمانے سے تھا اس سے حوصلہ افزائی بھی ہوتی تھی اور اس طرح دنیا کے بے شمار اعلا درجے کے ڈرامے منظر عام پر آسکے۔ ایتھینز میں المیہ ڈراما چھٹی صدی ق م میں تیسپس کے ذریعے ایجاد کردہ بتایا جاتا ہے۔

یونانی ڈراموں میں اکثر کے پلاٹ عام دیو مالائی کہانیوں کی بنیاد پر تیار کیے جاتے تھے۔ بعض کے موضوعات آٹھویں صدی ق م کے یونانی شاعر ہومر کے رزمیوں سے لیے گئے تھے جب کہ کچھ ڈراموں کا مواد اور پس منظر یونان اور ایران کے درمیان ہونے والی جنگوں سے فراہم کیا گیا تھا۔ یونانی ڈراما کبھی محض تفریح کا ذریعہ نہیں سمجھا گیا تھا بلکہ ان المیہ ڈراموں سے اخلاقیات کی تعلیم اور اعلیٰ قدروں، رحم اور انکساری کو بھی بڑے پیمانے پر فروغ دیا جاتا تھا۔

یونانی ڈرامانویسی کو المیہ نگاری بھی کہا جاتا تھا کیوں کہ ان کا عین مقصد المیہ نگاری ہی تھا جس سے سامعین کو انسانی دکھ تکلیف سے باور کرائے جا سکے اور اخلاقیات کا سبق بھی دیا جا سکے۔ یونانی ڈراما نگاری کا ایک اہم نام ایتھینز کے المیہ نگار اسکائی لیس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے تقریباً نوّے ڈرامے لکھے جن میں صحیح وسالم صرف سات رہ گئے اور باقی کے ضائع ہو گئے اور کچھ ڈراموں کے ادھورے حصے بھی ملے ہیں۔ ان کے ڈراموں کا اہم موضوع خدائی احکام کے خلاف ورزی کے سبب پیش آنے والے نتائج ہیں۔ وہ روایتی مذہبی عقائد اور اخلاقیات کا مبلغ معلوم ہوتا ہے اور اپنے ڈراموں کے ذریعے سے اخلاقیات کے علاوہ خدا کی وحدانیت اور اس کے دیے گئے احکام کی طرف سب کی توجہ دلاتا ہے۔

سوفوکلیز نے ۱۲۳/ ڈرامے لکھے تھے ان میں صرف صرف ۷ ڈرامے ہی اپنی اصل حالت میں باقی رہ گئے ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی پر تقدیر کے ہونے والے اثرات کو اپنے بیشتر ڈراموں کا موضوع بنایا ہے۔ اینٹی گونی اس کا بڑا شاہ کار ڈراما ہے۔ اسی طرح اس کا اوڈی پس ریکس بھی بہت عمدہ المیہ ڈراما ہے۔ یوری پیڈ کے ۶۹/ ڈراموں میں سے محض ۱۹/ ڈرامے ہی دور حاضر تک محفوظ رہ سکے ہیں۔ یوری پیڈ کے ڈراموں کا انداز شک میں

مبتلا کرنے والا تھا اس لیے اس کے ڈراموں کا انداز تشکیکی کہلاتا ہے۔ وہ اپنے ڈرامے میں قدیم یونانی دیوتاؤں کو اس انداز میں پیش کرتا تھا کہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان دیوتاؤں کا انسانوں کے ساتھ دوستانہ تعلق ہے یا جابرانہ۔ ان کے ڈراموں میں میڈیا، ٹروجن عورت اور الیکٹرا قابل ذکر ڈرامے ہیں جو آج بھی اسٹیج کرائے جاتے ہیں اور عصر حاضر سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان ڈراموں کو آج بھی شاہ کار سمجھا جاتا ہے۔

ایتھنز کے مذکورہ تین بڑے المیہ نگاروں کے فن میں انسانی فطرت کے مختلف پہلوؤں اور رویوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اعلیٰ ترین الٰہی تفکرات سے لے کر اسفل ترین انسانی جذبات کو پیش کیا گیا ہے۔ قدیم یونانی المیہ ڈراموں کے موضوعات آج بھی مطابقت رکھتے ہیں۔ قدیم یونان کے المیہ ڈراموں ہی کی طرح ان کے طربیہ ڈرامے بھی بے حد معیاری تھے۔ ان کا آغاز ۴۸۷ ق م میں ایتھینز کے ڈیونوسس کی مذہبی تقریبات میں ہوا تھا۔ یونان کے طربیہ ڈراما نگاروں میں ارسٹوفیس اور مانندر دو بڑے اور اہم نام ہیں۔

ارسٹوفیس نے اپنے طربیہ ڈراموں میں مزاحیہ اور ہجویہ پہلوؤں کے ذریعے ملک کی سیاسی اور سماجی زندگی اور شخصیات پر تنقید کی ہے۔ اپنے طربیہ ڈرامے ''مینڈک'' میں المیہ نگار یوری پیڈیس اور ''بادل'' میں سقراط کو مذاق کا ہدف بنایا گیا ہے۔ اپنے طربیہ ''لیسترا'' میں پیلو پونیشین جنگ (ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان کی جنگ) پر بڑے مزاحیہ لیکن پر اثر انداز میں تنقید کی ہے۔

طربیہ نگار مانیندر نے ۱۰۸ طربیہ ڈرامے لکھے اور لینایا کی تقریبات میں آٹھ بار بہترین ڈرامے کا انعام بھی حاصل کیا کیوں کہ وہاں انعام دینے کا رواج تھا۔ اس کے زیادہ تر طربیہ ڈرامے مکمل صورت میں باقی نہیں رہے ہیں۔ اس کے دو ڈرامے ''ڈائیس کولوس'' اور ''سامیا'' ایسے ہیں جو زمانے کے ہاتھوں محفوظ رہے۔ تاہم اس کے ڈراموں کے جتنے بھی حصے موجود ہیں ان سے اس کے اعلا فن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے طربیہ ڈراموں سے انسانی کمزوریوں اور روز مرہ زندگی کو بہت دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے۔ مانیندر کے طربیہ ڈراموں کے بکھرے ہوئے حصوں کے بعض جملے ضرب الامثال کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں جو بہت ہی اہم ہیں۔ مثلاً یہ:

''جن سے خدا محبت کرتا ہے وہ جوانی میں فوت ہو جاتے ہیں۔''

''بری صحبت اچھے اخلاق والوں کو خراب کر دیتی ہے۔''

''محض اپنے لیے جینا زندگی نہیں۔''

''کوئی ایمان دار شخص کبھی ایک دم مالدار نہیں ہوا ہے۔''

ان اقتباسات یا ڈئلاگ کے حصوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قدیم یونان کے ڈراموں میں کس طرح کے موضوعات پیش کیے جاتے رہے ہوں گے۔ یورپ تہذیب کے مختلف شعبوں کی طرح قدیم یونان کے اثرات

اس کے ادب پر بھی پڑے ہیں۔ نامور انگریز ڈراما نگار ولیم شیکس پیئر نے اپنے لازوال ڈراموں کی بنیاد قدیم یونانی سوانح عمریوں پر رکھی ہے۔ جدید ڈراما نویس آج بھی ایتھینز کے ڈراموں سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ یورپی ادبی ہیئتوں کا بڑا منبع یونانی شاعری اور ڈرامے ہیں۔

چھٹی صدی ق م سے چوتھی صدی ق م تک کا دور یونانی ڈرامے کا زریں دور کہا جا سکتا ہے۔

کچھ ڈراما نگاروں کے عہد کو دیکھتے ہیں:

ایسکلس	۵۲۵ تا ۴۵۶ ق م
سوفوکلیز	۴۹۶ تا ۴۰۶ ق م
یوریپڈیز	۴۸۰ تا ۴۰۶ ق م
اریسٹوفینز	۴۴۸ تا ۳۸۰ ق م

ان میں سے اول الذکر تین ڈراما نگار اپنی المیہ نگاری کے لیے مشہور ہیں اور چوتھے نے طربیہ نگاری میں بہت نام پیدا کیا۔ اس کے طربیہ ڈراموں کے خاص موضوع رہے ہیں۔

ارسطو نے شاعری کا جائزہ لیا تو اس میں المیہ نگاری یعنی ٹریجڈی کو بڑی اہمیت دی کہ اس کے نزدیک یہ نہ صرف شاعری کا اعلا نمونہ پیش کرتا تھا بلکہ اصلاح نفس کا وسیلہ بھی تھا۔ ارسطو سے قبل ہی یونانی ڈراما اپنے عروج کو پہنچ کر ٹھہراؤ کی منزل میں آ گیا تھا۔ اس کی خوبیاں اور خامیاں، اس کی توانائیاں اور کمزوریاں سب منظر عام پر آ چکی تھیں۔ اس ضمن میں جہاں ارسطو نے اپنے تخیلات و تفکرات سے کام لیا وہیں اس کے سامنے یونانی فن کاروں کے کارنامے بھی تھے۔ انھیں کو پیش نظر رکھ کر اس نے شاعری، ڈراما اور بالخصوص المیہ پر تنقید و تنقیح قائم کی اور ان کے لیے معیار و میزان کے پیمانے بنائے۔ عزیز احمد کی کتاب ''بوطیقا (فن شاعری)'' کے مطابق ارسطو نے المیہ کی جو تعریف کی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ''ٹریجڈی نقل ہے کسی ایسے عمل کی جو اہم اور مکمل ہو اور ایک مناسب عظمت رکھتا ہو جو مزین زبان میں لکھی گئی ہو جس سے حظ حاصل ہوتا ہو لیکن مختلف حصوں میں مختلف ذریعوں سے جو دردمندی اور دہشت کے ذریعے اثر کر کے ایسے ہیجانات کی صحت اور اصلاح کرے۔''

ایک اور بات یہ ہے کہ جس کا یونانی ڈرامے میں بطور خاص خیال رکھا گیا ہے وہ وحدت ثلاثہ تھی اسے تین حصوں میں منقسم کیا گیا یعنی وحدت زماں، وحدت مکاں اور وحدت عمل۔ ان وحدتوں کا مقصد یہ تھا کہ ڈرامے زیادہ وسیع نہ ہو جائیں اور پھر قابو سے باہر نہ چلا جائے جو لوگوں پر گراں نہ گزرے اور اس میں پیش کیے گئے خیالات کی ترسیل کمزور نہ پڑ جائے۔ چوتھی صدی میں المیہ سے توجہ کم ہوئی تو طربیہ کی طرف توجہ دی گئی۔ اریسٹوفینز نے اپنے معاشرے کی خرابیوں کو طنز کا نشانہ بنایا تو اس طرح اساطیری قصوں کے بجائے معاشرتی اور حقائق پر مبنی ڈرامے وجود میں آئے۔

یونانی ڈرامے کے عروج و زوال کا دور ایک طویل مدت یعنی دو سو برس پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دو سالہ مدت میں ایک اندازے کے مطابق چار سو ڈرامے تخلیق ہوئے جن میں سے محض ۴۷ باقی ہیں۔ ان میں بھی المیہ ڈراموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان قصوں میں نیا پن نہیں ہے ڈراما نگار نے اساطیر کا کثرت سے استعمال کیا ہوا ہے۔ اسی طرح کے مضامین کئی ڈراموں میں پیش کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں زبان و بیان کی مسجع آرائی اور فلسفیانہ انداز بیان بھی یونانی ڈرامے کا خاصہ ہے۔ یہ فلسفیانہ انداز ہی یونانی ڈراما وہ بنیاد ہے جس پر اس کے اثرات، ابدیت اور عظمت کا انحصار ہے۔

3.3.2 فرانسیسی ڈراما

انیسویں صدی کے آخر آخر میں فرانسیسی ادب میں فطرت نگاری، حقائق اور رمزیت کی کارفرمائی نظر آنے لگتی آتی ہے اسی سبب ڈراما میں بھی یہ دونوں رجحان موجود ہیں۔ سن ۱۸۸۷ء میں انتون نے پیرس میں ''آزاد تھیٹر'' کی بنا ڈالی جس کے اسٹیج کی تیاری یعنی آرائش و زیبائش اور ساز و سامان میں حقیقت کی ہو بہو نقل اتارنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مثلاً اگر کسی دیہاتی شخص کی زندگی دکھانی مقصود ہوتی تھی تو اس کا گھر اور آس پاس کا ماحول ویسا ہی دکھایا جاتا تھا جیسا کہ اصل صورت میں وہ ہے۔ حتٰی کہ اسٹیج پر جانور، مرغیاں اور بطخیں اور دیگر پرندے بھی نظر آتے ہیں۔ آزاد تھیٹر کا مقصد ڈرامے کی فطرت نگاری کو تقویت پہنچانا تھا یعنی حقیقت کو بلا لاگ لپیٹ کے من و عن ناظرین کے سامنے لانا تھا۔ تھیٹر کا یہ تصور قدیم زمانے سے بالکل الگ تھا کیوں کہ اس وقت کے تقاضے اور سروکار دوسرے تھے اور اب حقیقت پر مبنی ڈراموں کا رجحان ہو چلا تھا۔

سن ۱۸۹۳ء میں لون پو نے ایک خاص ''محبت کرنے والوں کا تھیٹر'' قائم کیا۔ جس کے قائم کرنے کا اہم مقصد یہ تھا کہ بیرون ممالک کے معیاری ڈراموں کو یہاں دکھایا جائے اور خود فرانس میں بھی جو چند نوجوان عینی یا رمزی قسم کے ڈرامے لکھتے تھے ان کے لیے اسٹیج کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ اس کو آنتون کے ''آزاد تھیٹر'' کے خلاف ردعمل کی تحریک سمجھنا چاہیے۔ یہاں اسٹیج کی آرائش میں حقیقت کے خلاف رمزی اور شاعرانہ نقطۂ نظر اختیار کیا گیا تاکہ فریب نظر کی کیفیت پیدا کی جاسکے چنانچہ روشنی، رنگ، ماحول اور اسٹیج کی اشیاء کی ترتیب سے مجموعی اثر پیدا کیا جاتا تھا۔ جدید فرانسیسی اسٹیج کے ارتقا میں انتون اور لونے پو دونوں کے کارنامے قابل ذکر ہیں۔ انیسویں صدی کے آخر میں طربیہ ڈراموں کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ لالیش نے اپنے طنزیہ و مزاحیہ ڈراموں سے چالیس سال تک پیرس کے رہنے والوں کو خوب ہنسایا۔

وکٹر ہیوگے کے بعد ادموں روستاں نے تھیٹر میں رومانی انداز نظر کو کامیابی کے ساتھ پیش کیا۔ سیرانو دے برژرک کو بھی اس میدان میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔ ادموں روستاں کے تمام ڈرامے نثر کے بجائے نظم میں تھے اسے زبان و بیان پر بڑی قدرت حاصل تھی جو اس کی شہرت کا سبب بھی بنی۔ اسے صحیح معنوں میں کورنئ اور ہیو گو کا

جانشین کہہ سکتے ہیں۔ فرانسوا کوپے نے بھی اپنے ڈرامے نظم میں لکھے۔ جنہیں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد قدیم ''کولوں بئے'' کا تھیٹر پھر سے کھل گیا اور اس دفعہ پہلے کے مقابلے میں اس کی حیثیت ایک ادارے کی ہوگئی۔ یہاں باقاعدہ اداکاری کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا جس میں تلفظ کی صحت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ بہت سے مشہور و معروف اداکار یہاں کے تعلیم یافتہ بھی تھے۔ دونوں جنگوں کے درمیانی وقفے میں رمزیت سے لبریز اور نفسیاتی ڈرامے خوب پسند کیے گئے۔ میٹرلنک کے رمزیت زدہ ڈراموں میں زندگی اور انسانی تقدیر کی الجھنوں کو سلجھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس نے انسانی زندگی کے راز چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑوں اور پھل پھول میں مثلاً چیونٹیوں، شہد کی مکھیوں اور پھولوں میں تلاش کیے۔ میٹرلنک کے خیال میں ڈراما کی ابتدا تب ہوتی ہے جب کوئی اپنی تقدیر کو اپنے سامنے دیکھنے کا حوصلہ رکھتا ہو، چاہے بعد میں اسے تقدیر کے آگے گھٹنے ہی کیوں نہ ٹیکنے پڑیں۔ محبت اور نفرت دونوں پراسرار ہوتی ہیں۔

نفسیاتی ڈرامے کو بھی بیسویں صدی میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں پورت ریش نے اپنے ڈراموں میں انسانی روح اور خاص کر محبت کی لطیف کیفیات کا بے حد جذباتی تجزیہ کیا۔ اس کے ڈرامے گویا کہ انسانی دل کے دستاویز ہیں۔ ژول لے متر، آنری برنس تائن، لے نور ماں، ژاں کا کتو اور فرانسوا موریاک اس دور کے وہ ڈراما نگار ہیں جن کے ڈرامے نفسیاتی تجزیے پر مشتمل ہیں۔ ژاں کا کتو کے کردار آزادی کے علم بردار ہونے کے باوجود مجبوری کا احساس دلاتے ہیں۔ ژاں کا کتو زندگی میں نظم آفرینی کا پیغام دیتا ہے جو صرف اس وقت ممکن ہے جب کہ انسان میں خود شناسی کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ اس کے المیہ قوانین فطرت نگاری کو پیش کرتے ہیں، چاہے ان قوانین کے عمل سے نتیجہ مثبت نکلے یا منفی یہ بعد کی بات ہے۔ کا کتو ڈرامے لکھتا بھی ہے اور پھر انہیں اسٹیج بھی کرتا ہے۔ فرانسوا موریاک کا المیہ نفسیاتی قسم کا ہے۔ اس نے کیتھولک مذہب کے روحانیت اور اخلاقیت سے لبریز پیغام کو اپنے ناولوں اور ڈراموں کے ذریعے سے عام کرنے کی کوشش کی۔ وہ کیتھولک مذہب کے احیا کا پر جوش اور باعمل علمبردار رہے۔ بیسویں صدی میں نفسیاتی ڈراموں کے علاوہ معاشرتی اور فلسفیانہ ڈراموں کا بھی رواج رہا ہے۔ میرابو، بریو، فرانسوا دے کیوریل اور ژول رومیں کا یہی اسلوب ہے۔ کامو اور سارتر نے موجودہ زمانے کے لوگوں کی ذہنی الجھنوں کو اپنے ڈراموں کے ذریعے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

دونوں عالمی جنگوں کے درمیانی وقت میں فرانس کا سب سے بڑا ڈراما نگار ژیرادو کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ بیسویں صدی میں کئی ڈرامائی رجحان رائج تھے جن کا اس کے فن میں میانہ انداز ملتا ہے۔ اس کے یہاں کوئی خاص معاشرتی یا حقیقت نگاری کا اسلوب نہیں بلکہ اس کے برخلاف اس کے ڈراموں کی خوبی یہ ہے کہ ان میں قدیم اساطیر کو نئے معنی دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ژیرادو کا پیغام مولیئر کے پیغام سے خاصی مطابقت رکھتا ہے۔ وہ بھی زندگی میں اعتدال کا قائل ہے کہ بغیر اعتدال کے عمل کے توازن کو ممکن نہیں بنایا جاسکتا۔

انوابل بھی موجودہ زمانے کے مشہور ڈراما نگاروں میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کی ڈرامائی صلاحیت ژیرادو سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کے ڈراموں کی خصوصیت طنز میں پنہاں ہے۔ چاہے ناچ رنگ ہو یا مزاح و ظرافت کا کوئی ڈرامائی ٹکڑا، طنز اس میں کسی نہ کسی طرح سے راہ پا جاتا ہے۔ اس کے ہیرو اور ہیروئن اکثر سماج کے باغی ہوتے ہیں جن کی سیرت رومانی ہوتی ہے۔ ارماں سالا کرو کے ڈراموں میں سیاسی اور معاشرتی مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ دوسری عالمی جنگ سے پہلے اس کے ڈرامے ''زمین گول ہے'' کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد بھی اس کے اکثر ڈراموں میں معاشرتی مسائل سے ہی بحث کی گئی ہے یا جدید تہذیب میں انسانی ذہنی الجھنوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ گیبریل مارسل نے اپنے ڈراموں میں انسانی وجود کی فلسفیانہ توجیہ پیش کی ہے۔ جس طرح سارتر کا رجحان مذہب کے برخلاف ہے اسی طرح مارسل کے یہاں اخلاق و مذہب کی تائید اور حمایت دیکھنے کو ملتی ہے۔ مارسل عصر حاضر کے فرانس کے ان مفکروں میں ہے جو جدید زمانے کی زندگی کے لیے مسیحیت کے ممکنات سے مایوس نہیں ہیں، بلکہ اس کا خیال ہے کہ بلا مذہبی احساس کے متوازن تمدنی زندگی ہی ممکن نہیں ہے۔

بعد کے مزاحیہ ڈراما نگاروں میں الفریڈ ژاری، ساشا گتری اور بوردے کے نام قابل ذکر ہیں جنھوں نے اپنے پر یقین مکالموں سے پیرس والوں کو عرصے تک ہنسایا اور دنیوی افکار و المیہ کو بھلانے کا موقع فراہم کیا۔ ژول رومیں کے مزاحیہ ڈراموں میں لطافت اور تفنن آمیز تکرار خاص انداز میں پیش کی گئی ہے۔ اس کے کردار زندہ دل اور ظرافت سے لبریز ہوتے ہیں جن کے رویوں میں ابتذال، سستے قسم کا ٹھٹھول یا بازاری پن نام کو بھی نہیں ہوتا ہے۔ دوسرے ملکوں کی طرح فرانس میں بھی جدید تھیٹر کے لیے اصل مسئلہ فنی نہیں ہے بلکہ معاشرتی مسائل ہی ہیں۔ سنیما کے آجانے کے بعد سنیما کی یہ کوشش رہی کہ تھیٹر کی تمام عمدہ خصوصیات کو اپنے میں سمولے۔ چوں کہ سنیما کے مالی وسائل تھیٹر کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں اس لیے اعلیٰ صلاحیتوں کے اداکار اس کی جانب بے حد دلچسپی دکھاتے ہیں۔ تھیٹر کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس طرح عوام تک پہنچے؟ اگر تھیٹر کے حامی اس مسئلے کا حل تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو تھیٹر کی ترقی مشکوک ہی بنی رہے اور ایک بڑی آبادی تک اس کو پہنچانا آسان نہیں ہوگا کیوں کہ زمانہ اب پردۂ سیمیں پر فلمیں دیکھنے کا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے بعد انٹر نیٹ نے کی ترقی نے فنی اور تکنیکی اعتبار سے ایک بھیانک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ یہ تمام مسائل معاشرتی نوعیت رکھتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ مستقبل قریب میں ان میں سے کون عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ تھیٹر، ریڈیو اور ٹیلی وژن سب پہلو بہ پہلو ترقی کریں اور اپنے اپنے مخصوص انداز میں پبلک کے ذوق کو مزید صیقل کرنے میں تعاون کریں۔ ان کی فنی ترقی اور معاشرتی حالات سے مطابقت ان کی تہذیبی قدر و قیمت کو بڑھا دے گی۔ اس زمانے کے لوگ ایسی تفریح چاہتے ہیں جس میں انہیں اپنے دماغ پر زیادہ بار نہ ڈالنا پڑے۔ اس معیار پر تفریح کا جو طریقہ بھی پورا اترے گا آخر میں وہی قابل قبول ہوگا۔

3.3.3 اٹلی، برطانیہ اور امریکہ کا ڈراما

قدیم زمانے سے ہی اٹلی کے میگنا گریشیا میں یونانی کالونیوں میں رہنے والے لوگوں نے قرون وسطیٰ سے اٹلی میں ڈرامے کی بنیاد ڈالی۔ اس میں کیتھولک ڈراما زیادہ مضبوط روایت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ایک اور ڈراما جو کہ کسی تماشے کے طور پر دکھایا گیا جس میں کوئی مذہبی بات نہیں تھی بلکہ مقامی ہیروز اور بہادروں کو دکھایا گیا تھا۔ سترہویں صدی کی ابتدا میں ہی ''کامیڈیا ڈیل آرٹ'' ایک اطالوی رجحان تھا جو کہ پورے یورپ میں وسیع پیمانے پر ڈرامے میں دیکھا جاتا تھا لیکن اٹھارہویں صدی میں اس میں خاصی کمی واقع ہوئی۔ انیسویں صدی آدھی گزر جانے کے بعد رومانویت کے سبب ''ٹیٹر وویریسٹا'' کو پروان چڑھنے میں مدد دی۔ ٹیٹر وویریسٹا رجحان کی خاصیت تھی کہ ڈرامے میں مستقلبل اور حقائق پر مبنی مواد دکھایا جائے، جس پر انہوں نے بہت محنت کی۔

برطانیہ میں ڈرامے کی ابتدا رومیوں کی مرہون منت ہے جس کا زمانہ ٹھیک ٹھیک نہیں بتایا جا سکتا ہے البتہ قرون وسطیٰ ہی میں اس کی ابتدا ہوئی ہے۔ ڈرامے کے لیے برطانیہ میں بہت سے اسٹیج اور آڈیٹوریم بنائے گئے۔ ان دنوں میں ممرز کا ڈراما جو مورس ڈانس پر مبنی تھا بہت مشہور ہو گیا اور سڑکوں پر بھی لوگ اسے کرتے تھے یعنی اسٹریٹ تھیٹر کی روایت پڑی۔ اس ڈرامے میں سینٹ جارج، رابن ہڈ اور ڈریگن سے متعلق لوک کہانیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ڈراما اتنا مقبول عام ہوا کہ اداکار اسے پیش کرنے کے لیے دوسرے شہروں میں جاتے اور شہرت کے ساتھ ساتھ پیسے بھی کماتے تھے۔ اسی دوران مذہبی تہواروں پر اخلاقایات اور اسرار پر مبنی ڈرامے بھی کھیلے جاتے تھے۔ انگریزی نشاۃ ثانیہ یعنی سولہویں سے سترہویں صدی میں جہاں زندگی کے ہر شعبے میں ترقی ہوئی وہیں ڈرامے میں بھی ترقی ہوئی۔ اس دور کے سب سے اہم ڈراما نگاروں میں ولیم شیکسپیئر، بین جانسن، کرسٹوفر مارلو اور جان ویبسٹر ہیں۔ ان ڈراما نگاروں نے اپنے اپنے طور پر شناخت بنائی لیکن شیکسپیئر ان میں سب سے نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے ڈراموں کے موضوعات میں بھی بہت وسعت پائی جاتی ہے۔ ''ہیملیٹ''، ''جولیس سیزر''، ''اوتھیلو''، ''رومیو اینڈ جولیٹ''، ''ٹویلتھ نائٹ'' اور ''مرچینٹ آف وینس'' ان کے بہت مشہور ڈرامے ہیں۔

امریکی ادب میں ڈرامے کا آغاز خاصی دیری سے ہوا۔ اس کا سبب یہ بھی تھا کہ ڈرامے کو اخلاقیات سے گری ہوئی شے سمجھا گیا اور امریکہ کی کئی ریاستوں میں اس پر مکمل پابندی بھی لگائی گئی۔ اس کے علاوہ جو ڈرامے وہاں کھیلے گئے ان میں سے زیادہ تر یورپ سے لائے گئے تھے اور بالخصوص شیکسپیئر کے ڈرامے اسٹیج کیے گئے۔ اس طرح امریکہ میں ڈرامے کا آغاز کافی دیر سے ہوا لیکن دھیرے دھیرے وہاں کی مٹی سے بھی ڈراما نگار اٹھے اور انہوں نے اس میدان میں کام کیا۔

3.3.4 ماحصل

جدید صنعتی تہذیب اور کلچر کی یہ خصوصیت ہے کہ فرصت نصیب ہونے پر بھی لوگوں کو فرصت میسر نہیں ہے۔ آج انسان چاہتا ہے کہ ہر کام سے جلد سے جلد نبٹ جائے۔ لوگ تفریح چاہتے ہیں لیکن یہ نہیں چاہتے کہ اس میں زیادہ وقت صرف کرنا پڑے یا پھر کسی قسم کی عرق ریزی بھی کرنی پڑے۔ جدید تہذیب جلد بازی کی تہذیب کہی جاتی ہے۔ جس طرح لوگ ضخیم کتابیں پڑھنے سے بیزار ہوتے ہیں اسی طرح تفریح کی طوالت بھی انہیں اکتا دیتی ہے۔ وہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ تھیٹر اور سنیما بھی جدید زمانے میں لوگوں کی اس خواہش کو نظر انداز نہیں کر سکتے، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ ان کا مقابلہ اب ٹیلی وژن کے ساتھ ہی انٹرنیٹ پر ہمہ وقت اور ہر طرح کے ویڈیوز دستیاب ہو جانے سے بھی ہے۔

اس طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یونانی ڈراما اور اس کے سروکار، ماحول اور تقاضے الگ تھے اور یونان کا ماحول ڈرامے کے حق میں خاصا کارگر رہا۔ ویسے بھی یونانی کلچر، تاریخ، فلسفہ اور سائنس وہاں کی مٹی میں رچے بسے تھے ایسے میں کسی بھی ادبی صنف کا ترقی پا جانا بہت بڑی بات نہیں تھی لیکن وہاں ڈرامے کے لیے جو فضا تیار ہو رہی تھی اس کا منبع ہزاروں سال کی تاریخ میں غرق ہے جسے ابھی بھی تحقیق کر کے پڑھے جانے کی ضرورت ہے۔ قدیم یونان میں جو ڈرامے کھیلے جاتے تھے ان کی اپنی اہمیت ہے۔ ان کے منظّم، انوکھے اور بہت حد تک سائنسی تکنیک پر مبنی اسٹیج کو دیکھ کر یونانی ڈرامے کی عظمت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف فرانسیسی ڈراما اپنا الگ ہی رنگ رکھتا ہے۔ فرانس کے شہر پیرس میں بھی ڈرامے کے باقاعدہ اسکول تھے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پیرس جیسا شہر دنیا کی تاریخ میں فنون لطیفہ کو اپنے اندر سموئے رکھنے کا کام کرتا ہے۔ اسی لیے اس شہر کی نفاست، شفافیت اور خوبصورتی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ پیرس میں بھی ڈرامے کو خاصا فروغ ملا۔ یونان اور فرانس یا پھر دنیا کی کسی بھی زبان میں لکھے جانے والے ڈرامے فلم انڈسٹری کے سبب بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح اٹلی، برطانیہ اور امریکہ نے بھی اپنے اپنے طور پر مغربی ڈرامے کی ترقی میں اپنا اپنا تعاون پیش کیا۔ ان تینوں ممالک کی اپنی ترجیحات اور تقاضے تھے جن کے سبب ان کے یہاں ڈراما دیر سے اور بدلے ہوئی شکل میں نمودار ہوا۔ بہر حال آج دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہوگا جہاں ڈرامے کا کلچر نہ ہو۔

3.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے:

- مغرب میں ڈرامے کی روایت سے واقفیت حاصل کی۔
- یونانی ڈرامے سے بحث کی۔

- فرانسیسی ڈرامے کی روایت سے آگہی حاصل کی۔
- اٹلی، برطانیہ اور امریکہ کے ڈرامے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔
- مغربی ڈرامے کی خصوصیات کو سمجھا۔

3.5 اپنا امتحان خود لیجیے

ا۔ ڈرامے کی تعریف اور بنیادی عناصر لکھیں۔

۲۔ سائنسی، حقائق پر مبنی اور فلسفیانہ موضوعات پر مبنی ڈرامے کہاں لکھے گئے؟

۳۔ یونان کے اس عظیم کلچر کے بارے میں لکھیے جس میں اعلیٰ درجے کے ڈرامے لکھے گئے۔

۴۔ دنیا میں پہلے پہل کس ملک نے ڈرامے کو اسٹیج کرنا شروع کیا؟

۵۔ مغربی ڈراما انحطاط کا شکار ہو گیا، اس کی وجوہات لکھیے۔

3.6 سوالوں کے جوابات

ا۔ ڈراما یونانی لفظ ہے جس کے معنی ہیں کر کے دکھانا۔ حقیقتاً ڈرامے میں اسٹیج پر کرداروں کے ذریعے سے کوئی عمل کر کے دکھایا جاتا ہے اور اس طرح ڈرامے کے ذریعے سے خیال کی ترسیل ہو جاتی ہے۔ ڈراما ایسا عمل ہے جس میں کردار انسانی زندگی کی نقل کرتے ہیں لیکن اپنی بھرپور کوشش کے ساتھ، جس میں وہ ہو بہو یا کبھی کبھی اصل سے کم درجے کی نقل کرتے ہیں۔ کرداروں کا یہ عمل ہی ڈراما ہے۔ ڈرامے کا تعلق قدیم یونانی تہذیب سے ہے اور اس کے معنی تمثیل دینا، ناٹک کرنا یا سوانگ بھرنا کے ہیں۔ ان تمام معنی سے واضح ہو جاتا ہے کہ کچھ کر کے دکھانے کا عمل ہی ڈراما کی تعریف ہے۔ مغرب و مشرق کے سروکار جدا جدا ہونے کے باوجود ڈرامے کی تعریف دونوں کے نزدیک کم و بیش یکساں ہے۔ ارسطو کے مطابق ڈرامے کے چھ اجزائے ترکیبی ہیں:

پلاٹ، کردار، مکالمہ، زبان، موسیقی اور آرائش

وقت کے ساتھ ساتھ اور ضرورت کے تحت ترمیم کے بعد یہ جزا کچھ یوں بھی ہو سکتے ہیں:

پلاٹ، تھیم، آغاز، کردار، مکالمہ، تسلسل، تصادم، نقطۂ عروج۔

۲۔ دنیا کے تمام دانشور اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ قدیم یونان سے سائنس، قانون اور فلسفہ جیسے مضامین دنیا کی بہت سی تہذیبوں نے سیکھے ہیں۔ یونانیوں نے قدیم زمانے سے ہی سائنس میں خاصی کامیابی حاصل کر لی تھی جو دنیا کے تمام ممالک کے لیے تجسس کا سبب رہی ہیں۔ آج کل جس طرح کا ڈراما رائج ہے وہ یونانیوں کی ایجاد ہے جہاں ڈرامے کا آغاز غالباً مذہبی رسومات اور تقریبات کے سلسلے میں ہوا لیکن

بعد میں عوام اور ڈراما نگاروں کی دلچسپی اور پسندیدگی نے اسے بام عروج تک پہنچایا۔

۳۔ یونانی ڈراما دنیا کی بہت سی تہذیبوں سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ایک اندازے کے مطابق اس کا وجود تین ہزار سال ق م سے پہ بھی پہلے کا ہے۔اس کے وجود میں بھی کئی تہذیبوں کی آمیزش رہی ہے اور اس کام میں آریہ قوم بھی حصہ لیا تھا۔اس طرح مختلف تہذیبوں اور تمدن کے ملاپ سے طویل ارتقائی عمل کے بعد پانچویں یا چھٹی صدی ق م میں جاکر یونان جو کہ ایک جذیرہ نما ملک تھا، کو عوام کے ذریعے ایک مرکز تسلیم کیا گیا۔یونانیوں کی انتھک محنتوں، ان کے جوش ولولوں اور ان کی پالیسیوں کے طویل مدت میں جو نتائج برآمد ہونے چاہیے تھے وہ آج بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔یونان دنیا میں ایک ایسا ملک اور تہذیب بن کر ابھرا جسے مثالی ملک کہا جا سکتا ہے۔وہاں آرٹ، کلچر، تہذیب، سیاست، معاشیات، فلسفہ اور سائنس کے علاوہ بھی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ترقیاں حاصل کی گئیں اور طرز زندگی کا درجہ بہت بلند ہو گیا اسی لیے یونانی تہذیب دنیا کی روشن اور کامیاب تہذیبوں میں شمار ہوتی ہے۔وہاں کی ایجادیں اور کارناموں کی فہرست طویل ہے۔

۴۔ یونانی ڈراما دنیا کی بہت سی تہذیبوں سے بھی زیادہ قدیم ہے۔ایک اندازے کے مطابق اس کا وجود تین ہزار سال ق م سے پہ بھی پہلے کا ہے۔اس کے وجود میں بھی کئی تہذیبوں کی آمیزش رہی ہے اور اس کام میں آریہ قوم بھی حصہ لیا تھا۔اس طرح مختلف تہذیبوں اور تمدن کے ملاپ سے طویل ارتقائی عمل کے بعد پانچویں یا چھٹی صدی ق م میں جاکر یونان جو کہ ایک جذیرہ نما ملک تھا، کو عوام کے ذریعے ایک مرکز تسلیم کیا گیا۔یونان ہی میں دنیا کے سب پہلے اسٹیج بنائے گئے تھے اور یہ زمانہ بھی یونان کی قدیم تاریخ کا ہے۔ہزاروں سال ق م میں ڈراما کھیلنے کے لیے یونان میں حکومتوں کی جانب سے اسٹیج بنائے گئے تھے۔ ان میں سے کچھ تو ضائع ہوگئے اور کچھ اسٹیج آج بھی موجود ہیں۔یونان کے اسٹیج جس وقت میں ملتے ہیں اس وقت میں دنیا کی کسی بھی کلچر میں اسٹیج کا تصور نہیں ملتا ہے۔

۵۔ دوسرے ملکوں کی طرح فرانس میں بھی جدید تھیٹر کے لیے اصل مسئلہ فنی نہیں ہے بلکہ معاشرتی مسائل ہی ہیں۔سنیما کے آجانے کے بعد سنیما کی یہ کوشش رہی کہ تھیٹر کی تمام عمدہ خصوصیات کو اپنے میں سمولے۔ چوں کہ سنیما کے مالی وسائل تھیٹر کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں اس لیے اعلی صلاحیتوں کے اداکار اس کی جانب جھد لچسپی دکھاتے ہیں۔تھیٹر کے لیے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس طرح عوام تک پہنچے؟ اگر تھیٹر کے حامی اس مسئلے کا حل تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تو تھیٹر کی ترقی مشکوک ہی بنی رہے اور ایک بڑی آبادی تک اس کو پہنچانا آسان نہیں ہوگا کیوں کہ زمانہ اب پردۂ سیمیں پر فلمیں دیکھنے کا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن کے بعد انٹرنیٹ نے کی ترقی نے فنی اور تکنیکی اعتبار سے ایک بھیانک صورت حال پیدا کردی ہے۔یہ تمام مسائل معاشرتی نوعیت رکھتے ہیں۔دیکھنا یہ ہے کہ مستقبل قریب میں ان میں سے

کون عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ تھیٹر، ریڈیو اور ٹیلی وژن سب پہلو بہ پہلو ترقی کریں اور اپنے اپنے مخصوص انداز میں پبلک کے ذوق کو مزید صیقل کرنے میں تعاون کریں۔ ان کی فنی ترقی اور معاشرتی حالات سے مطابقت ان کی تہذیبی قدر و قیمت کو بڑھا دے گی۔ اس زمانے کے لوگ ایسی تفریح چاہتے ہیں جس میں انہیں اپنے دماغ پر زیادہ بار نہ ڈالنا پڑے۔ اس معیار پر تفریح کا جو طریقہ بھی پورا اترے گا آخر میں وہی قابل قبول ہوگا۔

3.7 فرہنگ

(الفاظ)	(معانی)
مکالمہ	کردار کے ذریعے بولا گیا جملہ
پلاٹ	واقعات کی منطقی ترتیب
تمثیل دینا	مثال دینا
یکساں	ایک جیسا
تصادم	تکرار، ٹکراؤ
نقطۂ عروج	بلندی کی انتہا
نشیب و فراز	اتار چڑھاؤ
بصیرت	عقل و فہم، شعور
دبستان	کسی خاص کام کے لیے مقررہ مرکز
ارتقا	ترقی
جابرانہ	سخت گیری
ہدف	نشانہ
طربیہ	نشاط، مزاح
اصلاح نفس	نفس کی اصلاح یعنی نفس کو راہ راست پر لانا
ہیجان	جوش، ابال، اپھان
وحدت زماں	وقت کی یکسانیت

وحدت مکاں	:	جگہ کی یکسانیت
ترسیل	:	پہنچانا، پہنچانے کا عمل
علمبردار	:	جھنڈے کو اٹھانے والا، کسی مقصد کے لیے کام کرنا
توازن	:	ہمواری، استواری
توجیہ	:	وجہ، سبب
ابتذال	:	اخلاقی پستی

3.8 کتب برائے مطالعہ

۱۔	ڈرامے کا تاریخی وتنقیدی پس منظر	:	محمد اسلم قریشی
۲۔	اردو ڈرامے کی تاریخ وتنقید	:	عشرت رحمانی
۳۔	اردو ڈراما کا ارتقا	:	عشرت رحمانی
۴۔	اردو ڈراما: روایت اور تجربہ	:	ڈاکٹر عطیہ نشاط
۵۔	تھیٹر، پارسی تھیٹر اور آغا حشر کاشمیری	:	انیس اعظمی
۶۔	یونانی ڈراما	:	عتیق احمد صدیقی
۷۔	جدید مغربی ڈرامے کے اہم رجحانات	:	زاہدہ زیدہ
۸۔	مغربی ڈراما اور جدید ادبی تحریکیں	:	رضا عابدی

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY